ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر محمد ابرار ارشد
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن کالج گوجرانوالہ

مولانا ظفر علی خان کے ترجمے "خیابانِ فارس" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr. Muhammad Abrar Arshad
Governement Post Graduate College, Satellite Town Gujranwala.

A Critical Overview of Translation" Khiaban-e-Faris" by Maulana Zafar Ali Khan

Maulana Zafar Ali Khan translated the book of Lord Kirzen "The persia and the pession question". In this translation, Maulana Zafar Ali Khan has tried to maintain the actual spirit and sense of the book. It becomes clear from the translation of this book that Maulana Zafar Ali Khan had matchless expertise over Urdu and English language. Maulana Zafar has adopted a smooth and unique style in this translation. He maintained the original sequence, balance and the beauty of the text. The translation of Maulana is full of literary beauty. In order to maintain the intrest and charm in the translation, Maulana adopted the poetic style.

KEY WORDS: *Translation, Original Style Language, Actual Intellectual insight, Artistic grace, Balance, Sequence.*

تراجم ہر زبان کے ارتقا اور نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مختلف زبانوں، قوموں اور تہذیبوں کے باہمی روابط کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان مغائرت اور اجنبیت کے پردے چاک کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ دنیا کی ہر زندہ زبان میں ترجمے کی روایت موجود ہے۔ اردو کا دامن بھی تراجم کی دولت سے مالا مال ہے۔ اردو کی ابتدائی شعری اور نثری ادب کی روایت میں تراجم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اردو میں نثری تراجم کا آغاز ملا وجہی کی "سب رس" سے ہوتا ہے۔ بعض محققین نے قطب شاہی عہد کے "شاہ میراں جی خدا نما" کو اردو کا پہلا مترجم قرار دیا ہے۔ اولیت کی بحث سے قطع نظر اردو تراجم کی روایت میں کئی اہم تصانیف موجود ہیں۔ شمالی ہند میں فضلی کی "کربلا کتھا" جو ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب "روضۃ الشہدا" کا اردو ترجمہ ہے۔ شمالی ہند میں ترجمے کے اور اہم ابتدائی کام مولانا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے ترجمۃ القرآن ہیں۔ ہندوستان بھر میں دیگر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

زبانوں سے اردو تراجم کی انفرادی کوششیں ہوتی رہیں، جنہوں نے اردو کی ادبی اور علمی روایت ثروت مند کیا۔ مگر ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی اردو تراجم کے ایک بڑے اور منضبط سلسلے کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر گلکرائسٹ نے ملک بھر سے اہلِ زبان و اہلِ علم اشخاص کو جمع کیا، ان سے آسان اردو میں کتابیں لکھوانے کے علاوہ دوسری زبانوں کی شاہکار کتابوں کے ترجمے اردو میں کروائے۔ ان ادیبوں نے اس ادارے سے منسلک رہ کر فارسی، عربی، ہندی اور سنسکرت کی بیش بہا کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔[1]

فورٹ ولیم کالج کے بعد اردو تراجم کے ایک اور اہم دور دہلی کالج کا زمانہ ہے، اُس زمانے میں زیادہ تر رجحان انگریزی کتب کے اردو تراجم کا رہا۔ اردو زبان کو علمی و ادبی موضوعات سے روشناس کروانے کا رجحان غالب رہا، جس سے اردو میں موضوعات، اسالیبِ بیان اور ذخیرۂ الفاظ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ سرسید اور ان کے نامور رفقا نے بھی اپنے اپنے طور پر مختلف زبانوں کی تخلیقات کو اردو میں منتقل کیا۔ سرسید کی قائم کردہ سائنٹفک سوسائٹی کے زیرِ اہتمام سائنسی اور جدید دیگر علوم پر تخلیقات کے تراجم اردو میں پیش کیے گئے۔ اسی عہد میں تراجم کا رجحان مذہبی اور داستانوی سے ہٹ کر سائنسی، فنی اور نفسیاتی کتب کی طرف مڑ گیا۔ اسی عہد کے اختتامی دور میں ظفر علی خان نے بھی اردو کو چند منفرد اور نادر تراجم سے نوازا، جن میں ''خیابانِ فارس''، ''سیر ظلمات''، ''فسانۂ لندن''، ''معرکہ مذہب و سائنس''، ''جنگل میں منگل'' اور دیگر تراجم شامل ہیں۔

بااعتبارِ نثر مولانا ظفر علی خان کے ادبی سفر کا آغاز تراجم ہی سے ہوتا ہے۔ علی گڑھ کی مخصوص علمی اور ادبی فضا نے ان کے مزاج میں دنیا کی بڑی زبانوں بالخصوص انگریزی زبان کے ادب کی دلچسپی پیدا کی جن دنوں وہ حیدر آباد دکن کی ریاست سے وابستہ تھے اور دار الترجمہ میں فرائض انجام دے رہے تھے، ان کو انگریزی ادب سے تراجم کا شوق پیدا ہوا۔ اگرچہ تراجم کا شوق مولانا کو علی گڑھ کے زمانہ قیام سے تھا لیکن اس شوق کو جلا نواب محسن الملک کی صحبت نے بخشی، وہ نواب صاحب کے سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ نواب صاحب کے لیے خط کتابت کرنا، انگریزی کتب اور رسائل کے تراجم نواب صاحب کو سنانا ظفر علی خان کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا۔ یوں ان کا ترجمہ نگاری کا مزاج ترتیب پاتا گیا۔

''خواجہ غلام الثقلین کے مستعفی ہونے کے بعد نواب صاحب کو ایک پرائیویٹ سیکرٹری کی ضرورت تھی، مولانا شبلی نعمانی کی وساطت سے ظفر علی خان کا تقرر اسی جگہ ہوا اور وہ پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے نواب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

صاحب کی انگریزی خط کتابت کا جواب لکھنے کے علاوہ ان کے ایما و ارشاد پر فلسفے کے مضامین اور کتب وغیرہ کا اردو میں ترجمہ کرتے تھے۔"(۲)

نواب محسن الملک کی سیکرٹری شپ کے بعد ظفر علی خان حیدر آباد قسمت آزمائی کے لیے گئے اور مولوی عزیز مرزا کے توسط سے حیدر آباد فوج سے منسلک ہو گئے۔ حیدر آباد کی مخصوص علمی فضا میں ظفر علی خان کی ادبی سرگرمیاں بھی بڑھیں اور تراجم کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ محسن الملک کی تحریک پر "معرکہ مذہب و سائنس" ترجمہ کی اور پھر مولوی عزیز مرزا کی تحریک سے لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی کتاب "The Persia and the Persian question" کا ترجمہ "خیابانِ فارس" کے عنوان سے کیا۔ اُسی عہد میں شبلی نعمانی کی کتاب "الفاروق" کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو کئی سال کی تاخیر کے بعد ۱۹۳۹ء میں شیخ محمد اشرف (کشمیری بازار، لاہور) کے اہتمام میں طبع و شائع ہوا۔(۳)

علمی تراجم کے علاوہ ظفر علی خان نے نہایت دلآویز اور پر اثر افسانوی تراجم بھی کیے۔ یہ تراجم اس قدر رواں اور شستہ ہیں کہ ان پر طبع زاد تخلیق کا گمان گزرتا ہے۔(اس ضمن میں تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں کی جائے گی) رینالڈس کے افسانوں "مسٹریز آف لندن" کا ترجمہ "فسانۂ لندن" کے عنوان سے کیا۔ انگریزی کے صاحبِ طرز ادیب رڈیارڈ کپلنگ کی تصنیف "The jungle book" کا ترجمہ ۱۹۰۱ء میں ایک ماہ اور کچھ دنوں میں سلیس اور بامحاورہ اردو میں کیا اور "جنگل میں منگل" اس کا نام رکھا۔ اسی زمانے میں رائیڈر ہیگرڈ کے ناول "The people of the mist" کا ترجمہ "سیر ظلمات" کے عنوان سے مولوی عزیز مرزا کی فرمائش پر کیا۔

"خیابانِ فارس" کا ترجمہ کرتے ہوئے ظفر علی خان نے بالخصوص یہ اہتمام کیا ہے کہ کتاب کا اصلی زور اور تاثیر قائم رہے؛ یہ ترجمہ مولانا کی زبان دانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ شستہ اور برجستہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ کتاب پر ترجمے کا گمان نہیں ہوتا، بلکہ طبع زاد تصنیف کا تاثر ابھرتا ہے۔

"خیابانِ فارس" زبان و بیان، سلاست و روانی اور ٹکسالی اردو کا وہ نادر نمونہ ہے کہ داغؔ دہلوی جیسے اہلِ زبان نے بھی ظفر علی خان کی تعریف کی:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

''میں نے اس ترجمے کو مختلف مقامات سے دیکھا، ترجمے کی مشکلات اور پابندیوں کے لحاظ سے نہایت مشکل ہے کہ مصنف کا اصلی مقصد بھی فوت نہ ہو اور ساتھ ہی اس کے زبان کا لطف بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ زبانِ غیر کا ترجمہ اپنی زبان میں بجنسہ کرنا آسان بات نہیں ہے۔ یہ تو یقین ہے کہ انھوں نے مصنف کے اصلی مقصود کو ہاتھ سے نہ جانے دیا ہو گا، اس لیے کہ نواب عماد الملک بہادر اور شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی نے ان کے اعلیٰ درجے کے انگریزی دان ہونے کی تعریف کی ہے مگر جس حد تک اس ترجمے کو اردو زبان سے تعلق ہے، میں وثوق سے کہتا ہوں کہ انھوں نے اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔

مولوی ظفر علی خان کو میں مبارک باد [کذا] دیتا ہوں کہ یہ کتاب بااعتبار لطف زبان بجائے ترجمے کے اصل کتاب معلوم ہوتی ہے۔ سلسلہ بیان اس قدر باربط اور اتنا سلیس ہے کہ ایک انگریزی خواں نوجوان اور وہ بھی متوطن پنجاب ہو؛ اس سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ ایسی اعلیٰ درجے کی بامحاورہ اردو میں اتنی ضخیم اور مبسوط کتاب کا ترجمہ بے تکلف کرنے پر قادر ہو سکے گا۔''(۴)

ظفر علی خان ترجمہ کرتے ہوئے لفظوں اور ترکیبوں کے چکر میں الجھ کر تکلفات کے اسیر نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اسلوب میں بے ساختگی اور برجستگی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ان کے ترجموں پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ ترجمہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''کسی ملک میں جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اس ملک کے باشندوں کے رسم ورواج کو بوجہ احسن بیان کر سکتا ہے اور اس کام کے لیے موزوں بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہے۔ اگر ایک سیاح اس کام کو اپنے ذمے لے گا تو اس سے لامحالہ غلطیاں سرزد ہوں گی، کیونکہ جو رائے وہ قائم کرے گا وہ تعجیل اور نقائص سے مملو ہو گی۔''(۵)

ظفر علی خان نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ترجمے میں کسی قسم کا الجھاؤ نہ ہو؛ ان کے انداز میں بے ساختگی ہے۔ عام سے عام اور دقیق سے دقیق نکتہ بھی وہ سیدھے سبھاؤ ترجمہ کر دیتے ہیں۔

> ''اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے، وہاں کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ کس راستے سے وہاں جانا چاہیے؟ اور کتنے دنوں کا وہ رستہ ہے، وہاں کی کیا کیا اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل ہیں؟ جن لوگوں نے اس سے پہلے ایران کا سفر کیا ہے انھوں نے کیا کچھ کیا۔ کون سی نئی دریافت کی یا اس کی نسبت کیا رائے ظاہر کی اور اب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

خود اس کے لیے کیا کرنا باقی ہے؛ ان صفحوں میں وہ باتیں دریافت کر سکے جن کا وہ متلاشی ہے۔"

اس بے ساختگی اور روانی کو قائم رکھنے کے لیے انھوں نے چھوٹے چھوٹے جملے لکھے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے جملوں کے اختصار اور طوالت کا انتخاب کیا ہے۔ جہاں چھوٹے جملے لکھے ہیں وہاں بے ساختگی بہت بڑھ گئی ہے۔

"ایک وہ زمانہ تھا کہ مملکت خراسان میں مرو کا علاقہ شریک تھا۔ خیوا تک اس کی سرحد پھیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندھار اس میں شامل تھے۔ دریائے جیحون اسے سیراب کرتا تھا اور گو اب اس کی عظمت و شوکت قائم نہیں رہی۔"

ایک زبان میں کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے مترجم کی بہت سی حدود و قیود ہوتی ہے؛ اگر وہ ان حدود کی پاسداری نہ کرے تو ترجمہ متن سے دور ہو جاتا ہے؛ اور ظاہری بات ہے کہ جب متن سے مصنف کا عندیہ مجروح ہوا تو ترجمے کی افادیت ختم ہو گئی۔ مترجم جب عبارت آرائی یا انشاپردازی کا انداز اختیار کرے گا تو اصل متن سے دور ہو جانے کا خدشہ باقی رہے گا۔ ظفر علی خان کے ہاں یہ استثنائی صورت موجود ہے کہ وہ انشاپردازی سے بھی کام لیتے ہیں اور اصل متن سے دور بھی نہیں جاتے؛ اس طرح وہ ترجمے کے لحاظ سے ایک منفرد انشاپرداز ٹھہرتے ہیں؛ ان کے اس انداز سے ان کی اردو زبان کے اسالیبِ بیان پر گرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے جہاں جہاں عبارت آرائی سے کام لیا ہے، وہاں اردو نثر کے دلفریب نمونے سامنے آتے ہیں:

> "ان میں اور ہمارے ملک میں فی الحقیقت بعد المشرقین حائل ہے اور ان کے عجائبات فی الواقع شوق تحیر کے پہلو میں چٹکیاں لیتے ہیں، کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہاں ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہم کو از خود رفتہ نہ بناتا ہو یا غبار آلود گلیوں میں سے گزرتی ہوں ان برقعہ پوش شکلوں کے معمے حل کرنے میں جنہیں عورتوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہماری عقل چکر میں نہ آتی ہو۔ کیسا عجیب اور انوکھا ہم کو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہاں نہ کھیتوں کے گرد جھاڑیاں یا درختوں کی باڑ ہے نہ جنگل ہیں نہ چراگاہیں ہیں اور نہ کھیت۔ جہاں روشن و تابناک مطلع میں ننھی ننھی چیزیں کئی میل سے نظر آتی ہیں۔"(۶)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

اسی انشا پردازی کے زیر اثر قاری تحریر کے سحر، جملوں کے حسن، ترتیب اور توازن میں یوں کھو جاتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں گزرتا کہ وہ طبع زاد تحریر نہیں بلکہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔ ترجمہ سپاٹ اور بے رنگ نہیں ہے بلکہ معنوی خوبیوں کے علاوہ لفظی خوبیوں کا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

''یہاں کے کف دست میدانوں کی پہنائی پر جو بے اختیار کر دینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان کے سہانے جنگلوں کی ان دلکشا آوازوں سے کس درجہ مختلف ہے جن سے ہمارے کان آشنا ہیں اور کیسی جانفزا ہے وہ آب وہوا جسے دھند اور کہر اور ابخرے مکدر نہیں کرتے بلکہ جہاں نیّر اعظم اپنی عمودی شعاعوں کی برچھیاں نصف النہار پر سے پھینکتا ہے۔''(۷)

ایک اور جگہ مولانا کا اندازِ تحریر ملاحظہ ہو:

''ہندوستان کا قبضہ کرہ زمین کے مشرقی حصے میں شاہنشی کی التمغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اس وقت سے اس کے حکمران نصف دنیا کے فرماں روا رہے ہیں جس خواہش نے سکندر، تیمور اور بابر کو دریائے انڈس کی طرف بڑھنے کی تحریک دی، اسی نے پرتگیزوں کے حق میں شاہنشی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکھ دیا جس کے فرسودہ پرزوں کو انھوں نے ابھی تک حرزِ جان بنا کر رکھ چھوڑا ہے۔''(۸)

حافظ شیرازی اور سعدی شیرازی کا ذکر آتا ہے تو مولانا کا معجز نگار قلم اپنی جولانیوں کی بہار دکھاتا؛ عقیدت و مودت کے پھول نچھاور کرتا ہے۔ نثر کا یہ ٹکڑا ترجمے کے فریم میں کسی ہیرے کی طرح جڑا ہوا ہے۔ ظفر علی خان نے جو لفظ اور تراکیب استعمال کی ہیں، ان سے کرزن کی محبت نہیں بلکہ ظفر علی خان کی عقیدت جھلکتی ہے۔

''شیراز جس میں کبھی حافظ کے دلکش ترانوں کی شیریں صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شور انگیزی کا نمکداں تھا ان شعرا کے مقابر کو اپنی آغوش میں لیے ابھی تک ان پر نازاں نظر آرہا ہو گا۔ لیکن اس کے دلفریب چمنستان، اس کے رقص کناں فوارے اور اس کی جانفزا بہاریں ان لوگوں کے ساتھ چلی گئیں ہیں جو ان کی مدح میں رطب اللسان تھے اور جن کا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جس کی یاد آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے۔''(۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

کرزن نے جہاں مناظر کشی کی ہے وہاں ترجمہ کرتے ہوئے ظفر علی خان نے بڑی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے؛ وہ مناظرِ قدرت کچھ اور رنگین ہو کر قاری کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ مظاہر قدرت کے بیان میں بھی ظفر علی خان نے انشا پردازی کے جوہر دکھائے ہیں اور تحریر ادبی حسن سے مزین ہے۔ مولانا کے تراجم میں اسلوب کی یکسانی نہیں ہے، اسلوب کی یکسانی سے تحریر میں ایک طرح کی بے نمکی پیدا ہو جاتی ہے اور تحریر زیادہ دیر تک قاری کی توجہ کو اپنی طرف مبذول نہیں رکھ سکتی، ظفر علی خان اس بات سے بہ خوبی آگاہ تھے لہٰذا ان کے ہاں اسلوبیاتی تنوع ملتا ہے؛ کہیں اسلوبِ بیان رواں اور سادہ، کہیں شاعرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے اور کہیں تحریر علمی الفاظ و تراکیب سے آراستہ کی گئی ہے بعض موقعوں پر اسلوب کی پیچیدگی کی بھی مل جاتی ہے۔ اس اسلوبیاتی تنوع سے مولانا کے تراجم میں ایک دلکش اور کشش پیدا ہوئی ہے:

> ''منجل اور پے چنار کے مابین سڑک اول اوشن کے پل تک شاہ رود کے کنارے کنارے جاتی ہے اور وہاں سے دریائے پے چنار کا دامن تھامے ہوئے جو سفید رود سے ملتا ہے؛ آگے بڑھتی ہے اور یہاں سے بصدِ دقت و زحمت، مصیبت زانشیب و فراز کے صدمے سہتی اور وحشت افزا چٹانوں اور کڑاڑوں کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ درہ ضرران پر سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فیٹ بلند جا پہنچتی ہے۔''(۱۰)

''خیابانِ فارس'' کا مطالعہ کریں تو ہمیں جگہ جگہ ایسے جملے مل جاتے ہیں جہاں مولانا ظفر علی خان کا قلم انشا پردازی کے جوہر دکھاتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

> ''ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہیں ہوتا کہ دیسی لوگ روسی قیدیوں کو جنگ میں مار ڈالتے تھے۔ اب روسی مجرموں کا انھیں میں مصروفِ کار ہونا نیرنگیِ قسمت کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے۔''(۱۱)

یہاں اس بات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا ہو گا کہ مولانا کا یہ اندازِ تحریر اُس عہد کے ادبی اور عوامی مزاج کے عین مطابق تھا۔ ترجمے میں دلچسپی باقی رکھنے اور اسے پھیکے پن سے بچانے کے لیے انشا پردازی میں شاعرانہ اسلوب ضروری بھی معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے اس اسلوب کو اپناتے ہوئے بھی میانہ روی کا مظاہرہ کیا ہے؛ جہاں ایسا اسلوب گراں اور بوجھل نہیں ہوتا وہاں اختیار کر لیا؛ اور جہاں الجھاؤ اور پیچیدگی پیدا ہونے کا احتمال ہوا وہاں ایسے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

اسلوب سے احتراز برت لیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ہاں شاعرانہ انشاپردازی انگوٹھی میں نگینوں کی طرح جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

''یہی وہ مقام تھا جہاں میں اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تھامے پاپیادہ حسنِ اتفاق سے اپنے کیمپ میں آ پہنچا تھا۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی اور ماتھے پر تیوری چڑھائے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزلِ مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریاں پہاڑیوں پر سبزہ نام کو نہ تھا اور سوائے ایک آدھ قافلہ کے جس کی فریادِ جرس البتہ خاموشی کو چیرتی ہوئی میرے کانوں میں پڑی؛ زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔''(۱۲)

ترجمے کے ان اقتباسات سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظفر علی خان کے ترجمے میں شاعرانہ اندازِ بیان کا جو عنصر موجود ہے وہ ابلاغ کی قوت کو بڑھا دیتا ہے نہ کہ اس کی ترسیل میں رکاوٹ بنتا ہے۔

ترجمہ جہاں زبان کے ارتقا میں اہم کردار ادا کرتا ہے وہاں مزید ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا تقاضا بھی کرتا ہے کہ مترجم کا اپنا ذخیرہ الفاظ بھی وسیع ہو، ایک زبان میں جو خیالات، احساسات اور جذبات بیان کیے گئے ہوں، ان کو بعینہ کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ جب تک مترجم کی دونوں زبانوں پر گرفت نہیں ہو گی؛ زبانوں کا استعاراتی نظام؛ تشبیہات کا استعمال اور مرادف الفاظ کا ذخیرہ مترجم کے پیشِ نظر نہیں ہو گا اور یوں ترجمے کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔

''مترجم کے مزاج کے بارے میں آخری بات یہ کہ اسے اس زبان پر مہارت ہونی چاہیے جس سے وہ ترجمہ کر رہا ہے اور خود اپنی زبان پر بھی۔ یہ بہت بیش بہا، افتادہ، متنوع اسالیب سے واقف ہو، تاکہ ہر قسم کے اسلوب کے لیے کوئی متبادل اسلوب تلاش کر سکے۔ بہت سے ترجمہ کرنے والے ایک سے ہوتے ہیں اور ہر اسلوب کو بنے بنائے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ اس طرح کے ترجموں میں گھٹن پیدا ہوتی ہے اور مدتوں کے بند کمروں کی سی فضا ان میں رچ جاتی ہے۔''(۱۳)

زبان پر دسترس کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مترجم صرف متبادل اور مرادف الفاظ تلاش کر کے کسی قسم کی لغت تیار کر دے، بلکہ اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے۔ زبان و بیان کی مہارت یہ ہے کہ غیر زبان کے مفاہیم و اسالیب کو اس طرح اپنی زبان سے بیان کرنا کہ اصل متن تک قاری کی رسائی بھی ہو جائے اور اصل مصنف کے مطلوب و مقصود میں بھی فرق نہ آئے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیوں کہ کس زبان کی تحریروں کو بعینہ دوسری زبان میں منتقل کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے اور اس مشکل کام سے عہدہ بر آ ہونا ہر مترجم کے بس کی بات نہیں ہے، کیونکہ ہر زبان کا ایک خاص ماحول، مزاج اور آہنگ ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مترجم اس زبان کے مزاج اور آہنگ سے کامل وقفیت رکھتا ہو، مصنف جیسی علمی قابلیت گرچہ مترجم کے پاس نہ ہو لیکن مصنف کے موضوع سے پوری واقفیت ہو۔ نیز اصل متن سے مترجم کی دلچسپی ہو۔ مترجم کو دونوں زبانوں کی لغات پر قدرت بلکہ ان کے مزاج، تراکیب اور اسلوب کو سمجھ کر اپنی زبان میں منتقل کرنے کی صلاحیت ہو۔ ظفر علی خان ان خوبیوں سے متصف تھے، لہٰذا ان کے تراجم میں زبان کی سلاست اور روانی اور موضوع و مفہوم کے بیان میں کہیں بھی ابہام کا شبہ نہیں ہوتا۔

ظفر علی خان علی گڑھ کے گریجوایٹ تھے اور انگریزی زبان سے گہری شناسائی رکھتے تھے؛ انگریزی زبان کے مزاج اور آہنگ سے واقف تھے۔ ان کا انگریزی ادب کا مطالعہ وسیع تھا، لہٰذا انگریزی سے ترجمہ کرتے ہوئے انھیں کسی دقت کا سامنا نہیں تھا اور رہی اردو زبان کی بات تو وہ اردو کے ذخیرہ الفاظ، تشبیہات و استعارات کا نظام، تراکیب کی بندشوں، محاورات و ضرب الامثال کے بر محل استعمال اور اردو کے اجزائے ترکیبی سے کامل آگہی رکھتے تھے۔ ان کی اس مہارت کا ثبوت ان کے تراجم کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

ظفر علی خان ترجمہ کرتے ہوئے موزوں الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، لفظوں کے مرادفات سے واقف ہیں اور بر محل لفظ کا استعمال کرنا جانتے ہیں اور اس بات سے آگاہ ہیں کہ صرف ایک لفظ ہی موزوں ترین لفظ ہوتا ہے۔

ترجمے کی کئی اقسام ہیں، یعنی علمی، ادبی، صحافتی وغیرہ۔ ''خیابانِ فارس'' ایک علمی ترجمے کے ساتھ ساتھ ادبی ترجمہ بھی ہے اور ادبی ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ وہ بامحاورہ ہو، اس میں زبان کے روز مرہ، محاورات، تشبیہات و استعارات اور رموز علائم سے کام لیا جائے۔ ''خیابانِ فارس'' میں یہ خوبی موجود ہے۔ وہ صرف ادائے مطلب کو ہی ملحوظ نہیں رکھتے، بلکہ زبان کی چاشنی اور خوب صورتی کو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں، مثلاً:

''وہاں اجنبی اگر پگڈنڈی سے کترا کر کوئی دوسری سمت اختیار کرے گا تو ظنِ غالب ہے تو اس کو اس بات کا بالکل علم نہ ہو گا کہ آیا اس کے راستے کو کوئی اور مسافر طے کر چکا ہے یا وہ اچھوتی زمین پر چل رہا ہے۔''(۱۴)

اب یہاں ''کترا کر''، ''سمت''، ''ظنِ غالب'' اور ''اچھوتی زمین'' کس قدر بر محل الفاظ ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

''جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعانِ نظر پڑھا ہے وہ اس لزوم کا نظر انداز کرنا پسند نہ کرے گا۔''(۱۵)

''سولہویں اور سترہویں صدی میں انگریزی کارپردازوں نے شمالی یورپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھ تجارتی روابط قائم کرنے میں مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونوں صدیوں کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روز افزوں تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے تجارت اُس کے ہاتھ میں آگئی۔''(۱۶)

''گو ان تعلقات پر کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں کہ کبھی تو اُس شد و مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اس پر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اس پر اطلاق ہونے لگا، لیکن باایں ہمہ انہیں تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایسے قریب کے سیاسی رشتے سے مربوط ہیں جو مملکت اول الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہیں۔''(۱۷)

درج بالا اقتباس کا بغور مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ مولانا ظفر علی خان نے الفاظ کا چناؤ کرنے میں کیسی مہارت کا ثبوت دیا ہے کہ تحریر میں ایک ادبی رنگ آگیا ہے کہ تحریر طبع زاد معلوم ہوتی ہے۔

''اس حصہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصوں کی طبعی خصوصیات میں ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجائے کرہ ارض کے متقابل حصہ (امریکہ) میں آگئے ہیں۔''(۱۸)

''مزید برآں میں سمندر کے ان حصوں سے استشارہ کروں گا جن کو پرتگال، ہالینڈ اور برطانیہ کلاں کے رقیب تجارتی بیڑوں نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے۔ اگر اس کے ضمن میں مجھے اس تار و پود کے سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بنی گئی ہے۔۔۔۔''(۱۹)

''خیابانِ فارس'' کے ترجمے کے دوران میں ظفر علی خان نے کوشش کی ہے کہ کتاب کا اصلی زور اور تاثر برقرار رہے۔ یہ ترجمہ بڑی حد تک شُستہ اور برجستہ ہے؛ ظفر علی خان نے زبان و بیان، الفاظ کے برمحل استعمال اور روانی و سلاست کا خیال رکھا ہے۔ ظفر علی خان کی اسی مہارت کو مدنظر رکھ کر داغ دہلوی نے اس کتاب کو باعتبارِ لطفِ زبان ترجمے کے بجائے اصل کتاب سے قریب سمجھا ہے۔ سلسلہ بیان باربط اور سلیس ہے۔ ترجمے کے دوران

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

میں انگریزی کے طویل جملوں کو روانی اور سلاست کے ساتھ اردو میں منتقل کیا گیا ہے، اس سے متن کی معنویت، ترجمے میں زیادہ بہتر طور پر قاری کے سامنے آئی ہے۔

"If, in the handling of these on still more, of the political and general branches of my subject about which I shall have something to say in an introductory chapter, my readers, comparing this book with similar ones on western countries, find conspicuous defects of treatment or information, may I beg of them to remember that in the East there are no official sources of knowledge accessible to the public, no blue books, no statistics scientifically compiled, no census 20 newspapers, o periodicals none of that magnificent paraphernalia of which it is still doubtful whether it adds to the sum of human happiness or is the parent of intellectual confusion."(20)

یہ ایک طویل جملہ جس کو ظفر علی خان نے عام فہم انداز میں رواں ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے ایک جملے کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے جس سے عبارت کی تفہیم میں سہولت ہو گئی ہے:

"اگر مغربی ممالک کے متعلق اسی قسم کی تصانیف کے ساتھ اس کتاب کا مقابلہ کرنے پر میرے ناظرین کو محسوس ہو کہ ان مضامین پر اور خصوصاً ان کے اس حصہ پر جو فن تدبیر مملکت سے تعلق رکھتا ہے اور جس کی نسبت میں مقدمہ میں کچھ بیان کروں گا بحث کرتے وقت مجھ سے لغزشیں سرزد ہوئی ہیں تو میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ انھیں یاد رہے کہ مشرق میں اطلاع و معلومات کے حصول کے وہ سرکاری ذرائع ہرگز موجود نہیں ہیں جو مغرب میں عام طور پر آسانی سے بہم پہنچ سکتے ہیں۔ نہ یہاں کوئی بلو بک شائع ہوتی ہے نہ علمی طور پر شمار اعدادی کو ترتیب دیا جاتا ہے۔ نہ مردم شماری کی رپورٹ نکلتی ہے نہ کوئی اخبار

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

یا موقت ایشوع رسالہ ہی چھپتا ہے۔ غرضکہ معلومات کے مہتم بالشان لوازم کا ایک جزو سہی، یہاں نہیں پایا جاتا جن کی نسبت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ان سے انسان کے اطمینان کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے یا وہ خانہ برانداز عقل و ہوش ہوتے ہیں۔"(۲۱)

لیکن یہاں ایک دو خامیاں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں "Blue Books" کا ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ اسے اردو میں "بلو بک" ہی لکھ دیا ہے، اسی طرح "Statistics" کا ترجمہ "شمار اعدادی" کیا گیا ہے جس کا بہتر اور مروج ترجمہ "شماریات" ہے۔

"For the political opinions expressed therein desire to claim the sole responsibility."(22)

"جو سیاسی آراء میں نے اس میں ظاہر کی ہیں ان کی ذمے داری میں کوئی دوسرا میرا شریک نہیں ہے۔"(۲۳)

اس جملے کا فصیح تر اور قریب تر ترجمہ یہ ہو سکتا تھا کہ "جو سیاسی آراء میں نے اس میں ظاہر کی ہیں ان کا میں تنہا ہی ذمہ دار ہوں۔"

اسی طرح:

"It has not in any way improved our Position."(24)

"پھر بھی ہماری حالت میں اس سے کچھ ترقی نہیں ہوئی۔"

"Long residents in the country usually undertake, and are incomparably better qualified for, the task of describing local customs and manners."(25)

"کسی ملک میں جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اس ملک کے باشندوں کے رسم و رواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کر سکتا ہے۔"(۲۶)

"Better Qualified" کے ترجمے میں مبالغہ آ گیا ہے یعنی اس کا ترجمہ بوجہ احسن کیا گیا ہے جو کہ "Best qualified" کا ترجمہ ہے۔ "Better Qualified" کا ترجمہ ہونا چاہیے تھا کہ "بہتر طور پر یا بہتر اہلیت سے بیان کر سکتا ہے۔"

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

اسی طرح ترجمے کے دوران میں بعض مقامات پر غرابت لفظی اور دقت پسندی ہے جس سے ترجمے کی روانی میں فرق آ گیا ہے، مثلاً:

"But a political problem may fairly be consigned to interested hands, and can be so committed with the greater safety if an honest endeavor is made, as will be in this case, to regard it, not ..... any narrow or selfish but from an imperial standpoint, and in its due relation to the broader question of Asiatic politics as a whole, of which it constitutes no unimportant part."(27)

اس جملے کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلا خوف و خطر ایک مدبر پر چھوڑا جا سکتا ہے اور اس تصفیہ میں غلط نتائج کے استنباط کا احتمال نہیں ہو سکتا، اگر یہ کوشش کی جائے جیسی کہ اس صورت میں کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خود غرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جائے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور ان تعلقات کو مرعی رکھ کر اس پر بحث کی جائے جو اس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہیں اور جس کا یہ ایک ممتاز جزو ہے۔"(۲۸)

"Babar eastwards to the Indus was the same ...."(۲۹)

"بابر کو دریائے انڈس کی طرف۔۔۔"

یہاں "Indus" کا ترجمہ نہیں کیا گیا جس سے ترجمے کا تقاضا پورا نہیں ہوتا، کیونکہ "دریائے انڈس" کے بجائے "دریائے سندھ" ہونا چاہیے تھا جو کہ اردو کے روز مرہ کے مطابق ہے۔

"That early in the last century made a Shah of Persia for the ten years the arbiter of the East."(30)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اسی نے گزشتہ صدی میں ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متخاصمین کا حکم بنائے رکھا۔"(۳۱)

اس جملے میں "متخاصمین" کا لفظ ترجمے میں اضافہ ہے جبکہ جملے کا ابلاغ صرف لفظ "مشرق" ہی سے ہو رہا ہے۔

اسی طرح ایک جگہ ترجمے میں ایک مصرعہ لکھا ہے:

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"(۳۲)

جو کہ نثر میں جو ایک ترجمہ ہے شاعرانہ تصرف ہے، کیونکہ اس مصرع کے متبادل انگریزی متن میں کوئی جملہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا چند استثنائی مثالیں ہیں جو ترجمے میں کہیں کہیں موجود ہیں، مجموعی طور پر ترجمہ متن سے قریب تر ہے۔

> "So that any man anxious to ascertain in any respect what is the Persia of Nasr-ed-Din Shah, how to reach it, whither to go when he gets there, what to ask for and to see, what has been done or explored or said by others before him, what there remains for him to di, may discover that which he seeks in these pages, finding therein, not merely an account of the status quo the fleeting record of a moment but, pieced together, fragment by fragment the processes and means by which that state has been produced, and by a knowledge of which alone will he be able either to comprehend the resultant issue or to frame a forecast as to the future."(33)

اس پیرے کا ترجمہ دیکھیں کس قدر رواں اور متن سے وفادار ہے:

"اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے وہاں کس طرح پہونچ سکتے ہیں کس راستے سے وہاں جانا چاہیے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے، وہاں کی کیا کیا اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہیں جن لوگوں نے اس سے پہلے ایران کا سفر کیا ہے انھوں نے کیا کچھ کیا۔ کون سی نئی بات دریافت کی یا اس کی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔ اور اب خود اس کے لیے کیا کرنا باقی ہے۔ ان صفحوں میں وہ باتیں دریافت کر سکے جن کا وہ متلاشی ہے۔ اس کتاب میں اسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوائف معلوم ہوں گے بلکہ وہ ان وسائل اور ذرائع کے حلقوں کو جداگانہ طور پر دیکھ سکے گا جن سے اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ ان نتائج کو سمجھ سکتا ہے جو اس سے منتج ہوں گے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے۔"(۳۴)

اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں:

"The questions that were put to me before I left England, as to the direction which I was about to take, and after a had returned as to the direction which I had taken, lead me to think that ever in these days of universal primers and travellers, guides, geographical information is not so widely diffused as to render superfluous a chapter explanatory of the different ways by which Persia can be approached or left, and of the preparatory steps which require to be taken by a traveller. There is so wide a choice open to the latter in regard both to route and means, that some guidance in either respect is desirable. The tables of routes and distances which I shall give are all derived from firsthand sources, and are brought up to the latest date. There is no existing publication in which they can found similarly collected."(35)

"انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ میں کس راستہ سے سفر کرنے کا قصد رکھتا ہوں اور جب میں واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ میں کس راہ سے گیا تھا۔ اس لیے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آج کل عام طور پر مسافروں کی راہنمائی اور رہبری کے لیے ہدایتی دستور العمل جاری ہیں۔ پھر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شائع نہیں کہ ایک علیحدہ باب جس میں ان مختلف راستوں کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہاں سے واپس آسکتا ہے اور جس میں ان تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغازِ سفر سے پہلے کاربند ہونا چاہیے۔ غیر ضروری متصور ہو۔ مسافر کے لیے راہ اور زادِ راہ دونوں کے انتخاب کے اس قدر پہلو موجود ہیں کہ کچھ ہدایات ان دونوں امور کے بارے میں مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ راستوں اور فاصلوں کے جو نقشے میں نے دیے ہیں ان کا ماخذ اور قابل اعتماد ذرائع ہیں اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہیں۔ کوئی کتاب اس وقت ایسی موجود نہ ہو گی جس میں انھیں اس طرح پر ایک جگہ جمع کیا گیا ہو۔"(۳۶)

حوالہ جات

(۱) نثار احمد قریشی؛ "ترجمہ: روایت اور فن"؛ اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان؛ سال ۱۹۸۵ء؛ ص: ۴

(۲) غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر؛ "مولانا ظفر علی خان: حیات۔ خدمات۔ آثار"؛ لاہور، سنگ میل؛ ۱۹۹۳ء؛ ص: ۳۵

(۳) ایضاً؛ ص: ۳۹

(۴) داغ دہلوی؛ بحوالہ میگزین "چناب"؛ وزیر آباد، مولانا ظفر علی خان ڈگری کالج؛ س: ۱۹۸۴؛ ص: ۱۸۹

(۵) ظفر علی خان، مولانا؛ "خیابانِ فارس"؛ ص: ۳

(۶) ایضاً؛ ص: ۲۸

(۷) ایضاً؛ ص: ۱۱۲

(۸) ایضاً؛ ص: ۱۳۵

(۹) ایضاً؛ ص: ۱۶۱

(۱۰) "خیابانِ فارس"؛ ص: ۳۷

(۱۱) ایضاً؛ ص: ۱۵۰

(۱۲) ایضاً؛ ص: ۱۶۳

(۱۳) سہیل احمد خاں، ڈاکٹر؛ "مقالہ: ترجمہ، تالیف، تلخیص اور اخذ کرنے کا فن"؛ مشمولہ: "ترجمہ روایت اور فن"؛ اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان؛ سال ۱۹۸۵؛ ص: ۶۹

(۱۴) "خیابانِ فارس"؛ ص: ۱۰

(۱۵) ایضاً؛ ص: ۱۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-41

ماخذ تحقیقی مجلہ

(۱۶)"خیابانِ فارس"؛ص:۳۶

(۱۷)ایضاً؛ص:۱۶

(۱۸) ایضاً؛ ص: ۱۸

(۱۹) ایضاً؛ ص: ۲۴

(20) George n. Curzon; "Persia and the persion question"; London Longmans green, and co.; 1892; page x

(۲۱)"خیابانِ فارس"؛ ص: ۷

(22) "Persia and the Persian question"; Page: xi

(۲۳)"خیابانِ فارس"؛ ص: ۸

(24) "Persia and the Persian question"; Page: 3

(25) Do; Page: 3

(۲۶)"خیابانِ فارس"؛ ص: ۶

(27) "Persia and the Persian question"; Page: 3

(۲۸)"خیابانِ فارس"؛ص:۶

(29) "Persia and the Persian question"; Page: 4

(30) Do; Page: 4

(۳۱)ظفر علی خان' مولانا؛"خیابانِ فارس"؛ص:۸

(۳۲)ایضاً؛ص:۹

(33) "Persia and the Persian question"; Page: 5

(۳۴)"خیابانِ فارس"؛ص:۹

(35) "Persia and the Persian Question"" Page 26

(۳۶)"خیابانِ فارس"؛ص:۵۸،۵۷